اُخوت - بھائی چارہ

تحریر: جناب غلام سرور قریشی عباس پورہ جہلم

اسلام معاشرے کی بنیاد محبت، الفت، موانست اور اخوت پر رکھتا ہے۔ تمام اہلِ اسلام کو آپس میں بھائی ٹھہراتا ہے۔ امت کو محل اور ہر کلمہ گو کو اس محل کی اینٹ کہتا ہے جو دوسرے کلمہ گو سے دوسری اینٹ کی طرح مل کر اس محل کو بنیانِ مرصوص بنا دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے مساوات قائم رکھو تا کہ دلوں میں امتیاز نہ پیدا ہو۔ امتیاز سے افتراق اور افتراق سے فساد جنم لیتا ہے۔ اخوت کی ضمانت، مساوات میں ہے، مساوات حقوق میں ہوتی ہے، جونہی کوئی غاصب، کسی کے حق پر دستِ تعدی بڑھاتا ہے، حقدار کا دل مجروح ہوتا ہے۔ اسی لئے اسلام حقوق العباد کی رعایت اور پاسداری پر اس قدر زور دیتا ہے کہ میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کے سلسلے میں بندوں کی کوتاہیوں کو تو معاف فرما دیں گے۔ مگر حقوق العباد کے باب میں ان بندوں سے معاملہ کرنا پڑے گا جن کے دل مجروح ہوئے تھے اور غاصب کی مغفرت، مسلوب الحق کے اطمینان سے مشروط کر دی جائے گی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ لوگ باہمی دشمنی، مخاصمت اور رقابت کی وجہ سے تباہ ہونے کو تھے کہ ہم نے ان پر کرم کیا اور انھیں آپس میں بھائی بھائی بنا دیا اور ان کے دلوں میں مخاصمت کی جگہ الفت پیدا کر دی۔ یہ الفتِ باہمی عطیہ الٰہی ہے۔ اس کی قدر کرنا اور اس پر شکر بجالانا ہم سب کا فرض ہے۔ اس کی قدر کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تمام اہل اسلام اس انعام سے استفادہ کریں اور صرف اپنے لئے ہی نہ زندہ رہیں بلکہ دوسروں کیلئے بھی زندہ رہیں۔ ہمیشہ اپنی ہی فکر نہ کریں، دوسروں کی بھی فکر رکھیں۔ رات کو یہ یقین حاصل کر کے سوئیں کہ ان کا پڑوسی بھائی بھی کھانا کھا کر سویا ہے۔ پڑوسی کا لفظ حدیث شریف میں مطلق طور پر آیا ہے۔ یعنی ضروری کہ نہیں تمہارا پڑوسی مسلمان ہی ہو، ہوسکتا ہے وہ غیر مسلم ہو مگر پڑوسی ہونے کے حوالے سے وہ تمہارے حسنِ سلوک کا حقدار ہے اس کی بھلائی اور خیر خواہی کے بھی تم ذمہ دار ہو۔ یہ اسلام کی عالم گیریت کی دلیل ہے، یہ خیر خواہی کہاں تک وسیع ہے، اس کا اندازہ اس قرآنی دعا سے ہوتا ہے۔ ﴿ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین

آمنوا ربنا انک رؤف رحیم﴾ (الحشر:۱۰) ترجمہ: ''اے اللہ ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے اس دنیا میں ایمان لائے (اور گزر گئے) اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے متعلق کوئی کدورت نہ آنے دیجئے جو ایمان والے ہیں''۔ کتنے ہی لوگ ہم سے پہلے حالتِ ایمان میں دنیا کا سفر ختم کر کے جا چکے ہیں۔ ہم ان میں سے کتنوں کو جانتے ہیں۔ ہم ان سب کی مغفرت طلب کرنے کے پابند ہیں اور وہ الفت جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے، اس کو بھی برقرار رکھنے کے خواہاں ہیں۔

اسلامی تاریخ اخوت اور اسلامی بھائی چارے کے تحت قربانی اور جانثاری کے روح پرور واقعات سے لبریز ہے۔ ذرا آنکھیں بند کیجئے اور دیکھئے کہ کس طرح ایک مسلمان اپنے گھر کا چراغ گل کر دیتا ہے جبکہ مسلمان مہمان کے سامنے کھانا رکھا ہے۔ میزبان کے پاس جو کھانا تھا وہ صرف ایک آدمی کو کفایت کر سکتا تھا اگر وہ خود بھی شریکِ طعام ہوتا تو مہمان بھوکا رہ جاتا لہٰذا وہ چراغ گل کر کے اندھیرے میں اپنے دست ودہان کی حرکات وسکنات سے مہمان کو یہ تاثر دے رہا ہے کہ وہ بھی شریک طعام ہے مگر حقیقت میں وہ کچھ نہیں کھا رہا ہے،۔ یوں سارا کھانا مہمان نے کھا لیا اور میزبان بھوکا سو گیا۔ پھر اس میدانِ جنگ کا نقشہ بھی چشم تصور میں لائیے کہ زخمی مجاہد پانی کا پیالہ پینے کو تھا کہ دوسرے زخمی بھائی کی صدائے العطش سن کر پیالہ اس کی طرف بھیج دیتا ہے۔ یہ واقعہ تاریخ میں پڑھیں اور دیکھیں کہ قربانی کی کیا روشن مثال قائم ہوئی کہ سبھی پانی پیئے بغیر ہی اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، مال اور آبرو کی حرمت فرض کی ہے۔ اب غور کرلیں کہ اگر یہ حرمت برقرار رکھی جاتی تو کیا مملکت اسلام پاکستان میں اتنے قتل، اتنے ڈاکے، اتنے اغواء اتنے زنا بالجبر، اتنی رشوت اور اتنی بدامنی ہو سکتی تھی۔ یہ مسلمان ہی مسلمان کو قتل کر رہا ہے، مسلمان ڈاکو ہی مسلمان کو لوٹ رہے ہیں، مسلمان ہی مسلمان بہو بیٹیوں کو اغوا کر رہے ہیں۔ مسلمان اہل کار ہی مسلمانوں سے رشوت لے رہے ہیں۔ عصمت فروشی کے اڈوں پر مسلمان بیٹیوں کی آبرو ہی تو لٹتی ہے۔ ان اڈوں کو مسلمان میڈم چلاتی اور مسلمان دلال اسلام کی عفت مآب مستورات کے جسموں کے سودے کرتے ہیں۔ وہ آبرو کی دمت کہاں رہ گئی، وہ خون کی حرمت کدھر چلی گئی، وہ مال کی حرمت کہاں منہ چھپا کر چلی گئی، جب یہ نہ رہا اخوت اور اسلامی بھائی چارے کا جنازہ نکل گیا۔ یہ اسی کا اثر بد ہے کہ تھانے اور کچہریاں آباد اور مسجدیں ویران ہیں۔ جس بے دردی سے مسلمان، مسلمان کے حقوق پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں، اس پر نظر کریں تو

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان اب آپس میں بھائی نہ رہے ہیں۔قیامِ پاکستان سے پہلے مسلم اور غیر مسلم لوگوں کے درمیان اتنے مقدمے نہ ہوتے تھے جتنے اب مسلمانوں کے درمیان لڑے جا رہے ہیں۔ارضِ پاکستان خونِ مسلم سے لہولہان ہے اور بدقسمتی سے اس خون کے چھینٹے محراب ومنبر پر بھی پڑ رہے ہیں اور مسلمان ،مسلمان بھائیوں کو حالتِ نماز میں گولیوں سے بھون ڈالتے ہیں۔

قرآن مجید میں حکم ہے کہ اس زمین کی اصلاح کر دی گئی ہے اور اس میں فساد نہ پھیلاؤ۔کرۂ ارض کی تقدیری اور تکوینی ہم آہنگی پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ کارکنانِ قضا وقدر اور نوامیسِ فطرت حسنِ انتظام کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور بول بول کر گواہی دے رہے ہیں کہ اے ساکنانِ ارض تم بھی ہماری ہی طرح خالقِ کائنات کی مرضی کے مطابق کام کرو گے اور اس کے عطا کردہ لائحہ عمل پر عمل کرو گے تو تمہاری ساری کارفرمائی تمہاری سلامتی کی ضامن بن جائے گی اور یہی سلامتی اسلام کا جوہر ہے اور اسی کو اخوت کی روح کہنا چاہئے۔پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس ﴾(الروم:۴۱) ترجمہ:''بحر و بر میں سارا فساد، ساری خرابی، ساری بے چینی اور خوں ریزی انسانوں نے کی ہے'' ورنہ ہم نے تو تمہارے لئے اسے امن وسلامتی کا گہوارہ بنایا تھا اور تمہاری خدمت کو بے شمار کارکنانِ قضاء وقدر کو مسخر کر دیا تھا۔شمس وقمر کی تابانیاں، ابرِ کرم کی مہربانیاں اور زمین کی ساری فرماں برداریاں تمہارے لئے تھیں۔زمین کا سینہ شق کرو تو یہ حاضر ہے۔اس پر چلو تو یہ حاضر۔اس میں کنوئیں کھودو تو یہ حاضر، اس میں بورنگ کرو تو خزائن ومعادن حاضر کر دیتی ہے۔زمین وآسمان نے ہم سے جو عہدِ اطاعت باندھا تھا، وہ اس پر قائم ہیں اور تمہاری خدمت میں بے چون وچرا حاضر ہیں۔مگر تم نے اپنا عہد اطاعت توڑ ڈالا اور یوں ہماری اصلاحی سکیم میں خلل پیدا کر کے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت وبربادی کے سامان پیدا کر لئے۔انسان نے بڑی نادانی دکھائی اور کون ومکاں کی موجودات کے پیچھے کارفرما انسان دوستی کو بھی نظر انداز کر دیا۔خالق کائنات نے تدبیر کی پوری سکیم کو انسان دوست بنایا تھا اور اس کے تمام عوامل ہر لحاظ سے انسان کی بقاء، سلامتی اور ترقی کیلئے متحرک ہیں۔گویا پوری تدبیر کائنات کی تہہ میں انسان سے محبت رکھ دی۔اب بھی اگر وہ کتابِ فطرت کا یہ حسین سبق نہ سیکھے اور اپنی نوع کے ساتھ محبت نہ کرے تو اس سے بڑی نادانی اور کیا ہوگی۔

مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کی اذیت بڑی ہی دردناک ہے۔وہ جذبہ اخوت کیسے مر گیا؟۔میں

نے اس پر بڑی سوچ بچار کی ہے۔اس کی وجہ اول تو اسلام اور اس کی تعلیمات سے بے خبری اور لاتعلقی ہے۔دوسری وجہ نظام عدل کا بیٹھ جانا ہے۔ہماری تمام انفرادی، شخصی، قومی اور اجتماعی خرابیوں اور ان کے پھیلاؤ کی آخری وجہ نظام عدل کی کمزوری ہے۔قرآن مجید میں آتا ہے ﴿ولكم في القصاص حياة يـأولي الألباب﴾ (البقرة:۱۷۹) ترجمہ ''عقل والو! قصاص میں تمہاری حیات ہے۔'' حیات یہاں زندہ رہنے کے محدود مفہوم میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ آئیڈیل حیات ہے جو اللہ کو مطلوب ومقصود ہے۔رسول اللہ ﷺ نے سرقہ کی ایک واردات میں سفارش کو رد فرماتے ہوئے دو باتیں ارشاد فرمائی تھیں۔ایک یہ کہ اگر ملزمہ فاطمہ بنت محمد ﷺ ہوتی تو بھی میں اس کا ہاتھ کٹوا دیتا۔دوسری یہ بات فرمائی کہ پہلی قوموں پر عذاب اس لئے آتے تھے کہ ان کے بڑے اپنے جرائم کی سزا سے بچ جاتے اور کمزور لوگ سزا پاتے۔ ہمارے نظام عدل کے تحت حقدار کو حق ملنا محال ہے۔ جو نظام عدل کمزور کو اس کا قصاص نہ دلائے اور دولت مند لوگ دولت کے بل بوتے پر جرم کر کے بری ہو جائیں وہاں نفرتیں جنم لیتی ہیں۔ یہ نفرتیں مل کر دہشت گردی کے قالب میں ڈھل جاتی ہیں۔کمزور پہ جب انصاف کے دروازے بند ہوتے ہیں تو اس کا جذبۂ انتقام ایک ایسی آتشِ سوزاں بن جاتا ہے جو محبتوں کے تمام رشتے جلا دیتی ہے اور معاشرتی سلامتی کے وجود کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔غریب آدمی غریب کے دکھ تو اٹھا جاتا ہے مگر معاشرتی عدم مساوات اور لاچار مظلومیت، نفرت کا لاوا بن کر جب سطح پر نمودار ہوتی ہے تو اس پورے سسٹم کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں جس میں انھیں بے چارگی اور محرومی کا شکار بنا دیا گیا تھا۔قیام اخوت کیلئے عدل کا ہونا ضروری ہے۔ہوسکتا ہے کہ جب عدالت مظلوم کے ہاتھ میں ظالم کی قسمتِ حیات کا فیصلہ رکھ دے تو مظلوم کا جذبہ اخوت بیدار ہو جائے اور وہ اسے معاف کر دے لیکن اگر قاتل کو بری کر دیا جائے گا تو اس کا جذبۂ انتقام وہ خوفناک صورت اختیار کرے گا، جس کا ذکر ہم پیچھے کر آئے ہیں۔قرآن نے یہاں ﴿عفي له من أخيه﴾ کے کلمات برتے ہیں۔قصاص کا اہتمام کرنا عدالت کا کام ہے۔کلمہ (أخيه) ''اس کا بھائی'' توجہ طلب ہے۔نکتہ یہ ہے کہ قصاص کی قدرت جو عدالت نے مہیا کی ہے، اس میں یہ امکان بھی موجود ہے کہ مظلوم اور ظالم کے درمیان اخوت کا ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے بحال ہو جائے اور اگر یہ نہ ہوگا تو پھر مظلوم اپنا حقِ قصاص پا کر مطمئن ہو جائے گا اور معاشرہ قتل اور جوابی قتل کے خونی چکر سے محفوظ رہے گا۔معاشرتی اور عدالتی ناانصافی سے ہی ہر روز ''جگے ڈاکو'' جنم لیتے ہیں۔محمد خان ڈاکو جو مدتوں وادی سون سکیسر میں دہشت کی علامت بنا رہا اور آخر کار سو سال کی قید کاٹتے کاٹتے پسِ

دیوارِ زنداں ہی دم توڑ گیا، بنیادی طور پر علاقے کے بڑے خان کا کشتہ ستم تھا۔

حضور اقدسؐ کی عدالت میں یہودی جھوٹی قسم کھا کر سیدنا علیؓ کے خلاف مقدمہ زرہ کا جیت گیا۔ حضور اقدسؐ ذاتی طور پر جانتے تھے کہ علیؓ سچے ہیں مگر اصول عدالت کے تحت فیصلہ ان کے خلاف ہونا چاہیے تھا اور وہ کر دیا گیا۔ تاریخ نے دونوں باتیں محفوظ رکھیں۔ علیؓ سچے ہو کر بھی مقدمہ ہار گئے۔ یہودی جھوٹ بول کر زرہ لے گیا مگر حضور اقدسؐ نے مسندِ عدالت پر بیٹھ کر بے لاگ فیصلہ کیا۔ عدالت، اخوت کے قیام کا ذریعہ ہے۔ اگر عدالت مظلوم کو اس کا حق دلائے گی تو وہ معاشرہ کا دشمن بن کر نہ ابھرے گا۔ اخوت کوئی مجرد کتابی نظریہ نہیں ہے بلکہ ایک رویہ کا نام ہے۔ قرآن میں آتا ہے۔ شہادت اگر باپ کے خلاف بھی جاتی ہو، تو بھی اس میں دریغ نہ ہونا چاہئے۔ باپ بیٹے کا رشتہ صلبی ہے۔ اسلام کہتا ہے، یہ ٹوٹتا ہے تو ٹوٹ جائے مگر انصاف کے قیام کیلئے شہادت ضرور دی جائے۔ قصاص کیلئے شہادت ضروری ہے اور قصاص حیات کیلئے ضروری ہے اور یہی وہ حیات ہے جس میں انسان محبت، اخوت کا شیریں نغمہ الاپتے ہیں۔ ہمارے محترم قارئین توجہ فرمائیں کہ اللہ باری تعالیٰ کا فرمان کیا زبردست حکمت کا حامل ہے۔ قاتل کو اگر قصاص میں قتل کیا جائے گا تو اس کی جان جائے گی مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اسی جان کے جانے میں تمہاری حیات کی سلامتی اور معاشرتی سکون پنہاں ہے۔ موروثی قتل در قتل کے لامتناہی سلسلے جو بے شمار انسانوں کی جانوں کا نذرانہ وصول کر چکنے کے بعد پھر لامتناہی ہیں اور جن کے نتیجے میں کئی قبائل بالغ کیا نابالغ ذکور سے ایسے خالی ہو گئے ہیں کہ ان کی آئندہ نسلیں منقطع ہو گئی ہیں اور بقیۃ السیف میں صرف سوگوار بیوگان ہیں یا یتیم بچیاں ہیں جن کی آہیں اور سسکیاں ہمارے نظامِ عدل کا ماتم کرتی ہیں۔ قصاص عدالت لے کر دیتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جو انسانی فطرت کا خمیر تیار کرنے والا ہے، جانتا ہے کہ عین ممکن ہے کہ قاتل اور اس کے ورثاء کی بے بسی اور آہ وزاری مقتول کے ورثاء کے دلوں میں جذبۂ ترحّم کو بیدار کر دے اور وہ معاف کر دیں اور یوں دونوں گھرانوں میں رشتۂ اُخوت پھر سے بحال ہو جائے۔ ہم نے اپنی اس حیاتِ مستعار میں ایسے بیشمار واقعات دیکھے ہیں کہ قتل معاف کئے گئے اور آئندہ چل کر دونوں خاندانوں میں محبت و موانست کے خوبصورت تعلقات قائم ہو گئے۔ یہ بھی حیات ہی کی سلامتی ہے۔

غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانا کہا گیا ہے۔ یہاں پھر وہی نکتہ سامنے آتا ہے۔ ''مردہ بھائی پر غور کیجیئے۔ یعنی غیبت کر کے تم دراصل اپنے زندہ بھائی کے ساتھ نہایت ہی مکروہ سلوک کر رہے ہو۔ بتایا یہ

جا رہا ہے کہ اس فعل شنیعہ کے ذریعے تم اس جذبہ کی نفی کر رہے ہو جس کے تحت تم اپنے مسلمان بھائی سے محبت کرنے کے پابند ہو۔غیبت کرو گے تو چغل خور نمک مرچ لگا کر حکایت کریں گے اور تمہارا بھائی سنے گا تو جوابی طور پر اس کے دل میں اخوت کی جگہ نفرت جنم لے گی اور یہ نفرت آگے چل کر کئی فساد پیدا کرے گی۔لہذا اس سے بچو تا کہ تمہارے درمیان مواخات (بھائی چارہ) قائم رہے۔یہ ایک مثال ہے کہ تمھیں ہر اس فعل سے بچنا چاہئے جس سے تمھاری اخوت پر آنچ آنے کا اندیشہ ہو۔یہ اخوت تمہاری سلامتی کی ضامن ہے۔تم نے اسے کمزور کیا، اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹ گئے اور ایک نبیؐ کا کلمہ پڑھنے کے بعد فرقوں میں بٹ گئے تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔کلمۂ اسلام تمہاری شیرازہ بندی اس مضبوطی سے کرتا ہے کہ تم ایک زبردست طاقت بن جاتے ہو۔تمہاری اخوت تمھیں دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار بنا دے گی۔تم قومی غیرت کو روتے ہو، وہ کہاں رہ گئی؟ چھوٹا سا اسرائیل ہر روز دس بیس فلسطینیوں کو شہید کر دیتا ہے۔ان کے گھروں کو مسمار کر دیتا ہے۔ان کی ناکہ بندی کر دیتا ہے۔جانتے ہو یہ ناکہ بندی کیا ہے۔فلسطینی مزدور ہر روز مزدوری کرنے ہزاروں کی تعداد میں اسرائیلی کارخانوں میں جاتے ہیں۔اسرائیل ان کی ناکہ بندی کر دیتا ہے کہ وہ بھوکے مر جائیں۔مگر اردن، مصر اور شام ان فلسطینیوں کو اپنے ہاں کام کرنے کیلئے نہیں آنے دیتے۔مصر اور اردن نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا ہے۔کہاں کی اُخوت اور کہاں کی حمیت؟ کشمیر میں بھارت ہر روز دس بیس مسلمان شہید کرتا ہے۔گھروں کو گراتا اور مساجد و مقابر کو برباد کرتا ہے۔دخترانِ اسلام کی عصمت دری کرتا ہے مگر بھارت عالمِ عرب سمیت ساری اسلامی دنیا میں عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، ہماری اسلامی اخوت زندہ ہوتی تو کم از کم اسرائیل اور انڈیا سے سفارتی تعلقات ہی منقطع کر لیتے۔انڈیا عالمِ عرب سے جتنے معاشی مفادات حاصل کرتا ہے۔ان کا اندازہ ان لوگوں کو ہے جو کویت اور دبئی میں سونے کی منڈیوں پر بھارتی سود خوروں کی بالادستی کو جانتے ہیں۔

محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کے بچے جس سکول میں زیرِ تعلیم ہیں وہ کسی ہندوستانی کا ہے۔خیر یہ جملہ معترضہ درمیان میں آ پڑا۔خود ہمارے ہاں ایک بے حمیت گروہ ہمیشہ سے موجود ہے جو بھارت دوستی کا بڑا پرچارک رہتا ہے۔حالانکہ اسلام اور کفر میں دوستی کہاں ہو سکتی ہے؟

اُخوت ہماری متاعِ گم گشتہ ہو کر رہ گئی ہے۔بھائی، بھائی کی گردن ناپ رہا ہے۔چھوٹے چھوٹے دنیاوی مفادات اور رشتوں کے لین دین کے تنازعات میں دلوں میں اتنی کدورتیں اور نفرتیں پال لی جاتی

ہیں کہ حقیقی بھائی، حقیقی بھائی کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ یہ دوریاں اور یہ فاصلے اتنے بڑھائے جاتے ہیں کہ اشتراک خون اور اشتراک کلمہ اسلام کے زبردست علائق اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔ اخوت کا رشتہ اتنا توانا ہے کہ اگر اسے بحال کرلیا جائے تو مسلمانوں کے باہمی تنازعات اول تو جنم ہی نہیں لیتے اور اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو ہی جائے تو اخوت، بھائی چارہ اور برادری ان کا حل نکال دے گی۔ صلہ رحمی کیا ہے؟ رشتوں کو جوڑنا، یہود کی ایک خباثت یہ بھی تھی کہ وہ ان رشتوں اور علائق کو کاٹ کر رکھ دیتے تھے جن کو جوڑنے کا حکم اللہ نے دیا تھا۔ اخوت، رشتہ داری کو مستحکم کرتی ہے۔ محبت کو پروان چڑھاتی ہے۔ پڑوسی کو پڑوسی سے ملاتی اور کماحقہ امن وسلامتی والا معاشرہ پیدا کرتی ہے۔

اُخوت ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑ دیتی ہے۔ دوریوں کو ختم دیتی ہے۔ جھگڑے مٹا دیتی ہے، روٹھ جانے والوں کو منا لیتی ہے آئینہ دل ٹوٹ جائے تو اخوت اس پر مرہم رکھ دیتی ہے دولڑنے والے بھائیوں میں جب اُخوت بیدار ہوتی ہے تو دونوں ہی اپنے کئے پہ نادم ہوتے ہیں اور محبت کے آنسو آئینہ دل کو پھر سے شفاف کر دیتے ہیں۔ یوں تنازعات مٹ جاتے ہیں۔ اخوت کی کارفرمائی سے مقدمات نپٹ جاتے ہیں اور جھگڑے سمٹ جاتے ہیں۔ اسی لئے اسلام نے جملہ اہل اسلام کو بھائی بھائی بنایا تھا کہ ایک نبی کا کلمہ پڑھنے والے جسدِ واحد کے طور پر جیئں۔ جس ایک کی تکلیف سب کی تکلیف بن جائے۔ ایک کی راحت، سب کی راحت بن جائے۔ رنج وراحت کا یہ اشتراک بھی عجیب وعظیم نعمت ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا شرکت سے غم گھٹ جاتے ہیں۔ جبکہ شرکت سے خوشیاں بڑھ جاتی ہیں۔ اگر ہم جملہ اہل اسلام آج یہ عہد کرلیں کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے بھائیوں جیسی محبت کریں گے۔ ان کے حق میں عفوودرگزر سے کام لیں گے۔ ان سے فراخ دلی کا برتاؤ کریں گے تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رحمان ورحیم ہمارے اس رویہ کو پسند فرمائیں گے۔ اس کا اثر کیا ہوگا؟ یہ اثر اتنا گہرا ہوگا، اتنا دوررس ہوگا، اتنا ہمہ گیر ہوگا کہ کچہریاں بے آباد اور تھانے اجڑ جائیں گے۔

نبی رحمت ﷺ فرماتے ہیں، نماز با جماعت میں پاؤں سے پاؤں ملاؤ، کندھے سے کندھا ملاؤ۔ وعظ کے دوران جڑ کر بیٹھو صف بندی اچھی طرح کرو۔ اللہ تمہارے دلوں کو جوڑ دے گا، دلوں کا جڑنا اخوت ہی تو ہے۔

قارئین کو معلوم ہے بھائی شادی سے پہلے ایک دوسرے سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ مگر شادی کے

بعد ان میں دوریاں در آتی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے بے زار اور شکل دیکھنے کے روادار نہیں ہوتے۔ کبھی غور کریں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ خون اور دودھ کے اشتراک کے باوجود ان میں نفرتوں کے دریا حائل ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ کہنا چاہیئے کہ یہ نفرتیں اور دوریاں پیدا کرنے میں بیویوں کا کوئی کردار ہوتا ہے۔ اور کیا یہ کہنا چاہیئے کہ بیٹے شادی کے بعد ماؤں سے منحرف ہو جاتے ہیں تو اس میں بھی بیویوں کی کوئی چال ہوتی ہے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ بھاوج نند کو اور نند بھاوج کو نہیں بھاتی۔ بہو ساس کو اور ساس بہو کو راس نہیں آتی۔ یہ ٹریفک دوطرفہ چلتی ہے۔ محبت کی بادِ نسیم اگر ایک طرف سے چلتی رہے تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ دوسری طرف سے نفرتوں کی بادِ سموم چلے۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ اخوت منشائے الٰہی ہے اور منشائے باری تعالیٰ کو شکست کوئی نہیں دے سکتا۔

میں نے پیچھے کہا ہے کہ اخوت ایک رویہ ہے، اس کے کچھ تقاضے ہیں۔ یہ قربانی اور ایثار کی طلبگار ہے۔ یہ برداشت اور رواداری کی متقاضی ہے۔ دیکھنا چاہیئے کہ جس معمولی بات پر بھائی، بھائی کا گریبان پکڑتا ہے، اس کی مادی قیمت کیا ہے اور کیا اس حقیر قیمت پر بھائی چارے کو فروخت کر دینا چاہیئے۔ وہ بھائی کتنے ہی کوتاہ اندیش ہیں جو اپنے بچوں اور بھائی کے بچوں کی طفلانہ لڑائیوں پر خود بھڑ جاتے ہیں۔ وہ بھائی کتنے حریص ہیں جو بعض اوقات ایک ایک گز زمین پر لڑ کر تھانوں کچہریوں میں پہنچ جاتے ہیں اور اپنی ہی نسلوں کے درمیان نفرتوں کی ایسی دیواریں کھڑی کر دیتے ہیں کہ وہ ایک ہی گھر سے تعلق رکھنے کے باوجود اور ایک ہی اصل کی فروع ہوتے ہوئے بھی آپس میں اجنبی بن کر رہ جاتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے ؎

بدلے یک رنگی کے یہ ناآشنائی ہے غضب
ایک ہی خرمن کے دانوں میں جدائی ہے غضب
جس کے پھولوں سے اخوت کی ہوا آئی نہیں
اس چمن میں کوئی لطفِ نغمہ پیرائی نہیں

ہماری وہ محترم مائیں بہنیں جو آج خوش دامن کے منصب پر فائز ہیں، اگر ارادہ کر لیں کہ وہ اپنے بیٹوں کی بیویوں کو آزمائش کی اس اذیت سے دوچار نہ کریں گی جس سے ان کی خوش دامن نے انہیں کیا تھا تو ہماری معاشرتی زندگی میں سلگتے ہوئے کئی مسائل حل ہو جائیں گے۔ اور ان کی پیاری بہوئیں اگر ان کو حقیقی ماں کا منصب دے کر قبول کر لیں اور ان کی بزرگی کے حوالہ سے ان کی حاکمیت کو دلی طور پر تسلیم کر لیں تو گھروں میں ایک حقیقی

سکون قائم ہوسکتا ہے۔آج کی بہورانیاں کل کی ساسیں بننے والی ہیں، ان کی ساسیں جو سلوک ان سے کر رہی ہیں اس کا انتقام اپنے بیٹے کی بیوی سے لینا تو ہرگز روا نہیں ہے۔ یہ مکروہ چکر اسی صورت میں تھم سکتا ہے کہ ہم اپنے دلوں میں فراخی، برداشت اور اخوت کے جذبات کو پروان چڑھائیں۔ زندگی دوسروں کو تڑپانے کا نہیں بلکہ دوسروں کیلئے تڑپنے کا نام ہے۔ کسی دوسرے کا درد اپنے دل میں پیدا کر کے دیکھیئے کہ یہ درد ہزار راحتوں سے بڑھ کر راحت زا ہے۔ کسی بیمار کیلئے دعائے صحت کر کے تو دیکھیئے کہ یہ عمل بیمار کی لذت شفاء سے بڑھ کر لطیف ہے۔

اللہ باری تعالیٰ اپنے اس عظیم احسان کا بار بار ذکر فرماتے ہیں جو انھوں نے اہل اسلام پر فرمایا ہے کہ ان کی خلقت میں مودت کا عنصر شامل فرما دیا ہے۔ اب اگر ہم اپنی خلقی ودیعت سے استفادہ نہ کرسکیں اور اس نعمتِ عظمٰی سے منہ موڑ لیں تو یہ ہماری اپنی بدقسمتی ہوگی۔ مودت واخوت وہ آبِ حیات ہے جس سے کشتِ حیات سدا پُر بہار رہتی ہے، بادِ محبت کے جانفزا جھونکے گلستانِ زندگی کو سدا تازہ رکھتے ہیں۔ اس جذبہ مودت کو، اللہ باری تعالیٰ اپنی رحمت قرار دیتے ہیں، جب فرشتوں نے بارگاہِ اقدس میں عرض کیا کہ انسان زمین پر خون ریزی کرے گا۔ جبکہ ہم تو آپ کی تقدیس کے نغمے الاپتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے اشیاء کے نام سنانے کو کہا جو انھوں نے سنا دیئے اور فرشتے نہ سنا سکے تو اعترافِ عجز کرنے لگے۔ فرشتوں نے جس امکانی خدشے کا اظہار کیا تھا یعنی انسان کی خونریزی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب انسان کے علم سے دیا تھا۔ تو نکتہ یہ سامنے آیا کہ خونریزی اور فساد فی الارض کا انسداد علم کے ذریعے ہوگا جو اس اشرف المخلوقات کو دیا گیا ہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ مودت ومحبت جو ضامنِ حیات ہے، اس کی آبیاری علم سے ہی ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیٔ رحمتؐ نے حصولِ علم مسلمان مردوں اور عورتوں پر فرض کیا ہے۔ جہالت، قاتلِ انسانیت ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بیشتر قاتل اور مفسدین جہلاء ہی ہوتے ہیں۔ بے علم شخص رب شناسی کر ہی نہیں سکتا اور جس نے اپنے رب کو نہ پہچانا وہ زندگی کی اعلیٰ اقدار کو کیا جانے گا۔ وحشت و بربریت جیسے حیوانی خصائص جہالت سے پیدا ہوتے ہیں انسانیت جو روئے زمین کی زینت اور جس کی تقویت مؤدت سے ہوتی ہے، پہلے درجے میں تعلیم کی محتاج ہے، تعلیم کے بغیر انسانیت کی تکمیل ممکن نہیں، پس اخوت، موانست اور محبت کے قیام و بقا کیلئے تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ مودت ومحبت کو اپنی نشانی فرماتا ہے۔ سورہ روم میں آتا ہے۔ ﴿ومن آیاتہ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودة و رحمة ﴾ ترجمہ: ''اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے جوڑے تمہاری جنس میں سے پیدا فرمائے تاکہ تم ایک

دوسرے سے تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان مودت اور رحمت پیدا فرمادی۔'' زوجین کے درمیان مودت پیدا کر دینا بھی اللہ کا کرشمہ ہے۔ ورنہ صرف جنسی اور صنفی اختلاط تو خاصہ حیوانی ہے اور بے شمار ارضی جوڑے یہ فریضہ بغیر کسی دائمی تعلق کے سرانجام دے رہے ہیں اور بقائے نسل کا اہتمام کر رہے ہیں۔ یہ مودت جو انسانی جوڑوں کے دلوں میں پیدا فرمائی اور جس کے نتیجے میں وہ رشتۂ مناکحت قائم کر سکے مستقل طور پر ایک دوسرے کے ہو رہتے ہیں، خاص اللہ کا کرم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں اپنے فرائضِ نبوت نہایت جانفشانی سے ادا فرمائے۔ خار گستردہ راہوں پر چلے۔ نہایت ہی معاند و مخالف مکہ میں تبلیغ کی۔ زخم کھائے، طعن اٹھائے، ہجرت کی۔ یہ ہجرت صرف وطن سے علیحدگی نہ تھی بلکہ بیت اللہ شریف سے بھی دوری تھی۔ جہاد کئے اپنے پیارے صحابہؓ کی قربانی دی اور جب اس کارِ نمایاں کو بکمال خوبی نباہ چکے تو فرمایا میں اس کے بدلے میں صرف مودت الی القربیٰ کا طلبگار ہوں۔ یعنی میری ساری دعوت کا آخری مقصد یہ ہے کہ تم دنیا میں اپنوں سے محبت و اخوت کے ساتھ زندہ رہو اور اگر تم ایسا کرو گے تو ہم سمجھیں گے کہ ہمارا اجر ہمیں مل گیا۔

سو تمام اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ محبت، مودت، اخوت، الفت اور موانست کے رشتے نئے سرے سے استوار کریں۔ دنیا میں سکون کی زندگی بسر کریں۔ سکون مادی وسائل و اسباب کی کثرت سے نہیں ملتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ملتا ہے اور شکر ذکر کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کا نغمۂ تقدیس تو سنا پر فرمایا ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کر وبیاں

دنیائے احساس کی بھی اپنی لطافتیں ہیں۔ بے حسی حیوانیت ہے، حق چھین کر بے چینی پیدا ہوتی ہے اور حق دے کر سکون ملتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے بھائیوں اور اپنے اعزہ و اقارب کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا وہ بڑے بڑے دردناک انجام سے اسی دنیا میں دوچار ہوئے اور دنیا پکار اٹھی کہ فلاں کا یہ انجام فلاں کے حقوق کے غصب کا ثمر ہے۔

بچے پتنگیں اڑاتے اور لوٹتے ہیں اور پھر لوٹنے میں لڑتے ہیں۔ پہلے مائیں آستینیں چڑھائے گلی میں نکلتی ہیں، شام کو مرد گھر آئے تو بیبیوں نے انہیں طیش دلایا۔ مرد بندوقیں لے کر آ گئے اور چار پیسے کی پتنگ کا تنازعہ خون کا مقدمہ بن گیا۔ یہ ساری باتیں سوچنے سمجھنے کی ہیں۔ احساس کو زندہ کریں تو اس قسم کے معاملات پیدا ہی نہیں ہوتے۔ اسلام اس سارے فساد کا قلع قمع ایک اُخوت سے کر دیتا ہے۔ اور کرۂ ارض پر

بسنے والے تمام انسانوں کو اخوت کا پیغامِ رحمت دیتا ہے۔ اسلام عالم گیر دین ہے ہم وحدت ادیان کے قائل نہیں ہیں۔ عنداللہ دین حق صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ ﴿إن الدين عندالله الاسلام﴾ پر دیگر ادیان کے پیروکار بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔ وہ ان کا رازق اور وہ اس کے مرزوق ہیں۔ بش کہتا ہے اور غلط کہتا ہے کہ مسلمان غیر مسلموں سے جینے کا حق چھیننا چاہتے ہیں اور دہشت گرد ہیں۔ ہمارے کچھ مسلمان بھائی اپنی تنگ نظری کے باعث اس قسم کے الزامات کیلئے جواز فراہم کرتے ہیں مگر تعصب یا تنگ نظری یا عدم برداشت اسلام سے کچھ علاقہ نہیں رکھتی۔ ہمارا اسلام یہ ہے ۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا | کہ ہے ساری مخلوق کنبہ الہٰ کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا | خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت، یہی دین وایماں | کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں (مولانا حالیؒ)

اسلام کرۂ ارض پر سلامتی کا داعی ہے۔ بندگان الٰہی سے نفرت نہیں سکھاتا۔ نفرتوں سے فساد جنم لیتے ہیں۔ اسلام فتنہ گری کو قتل سے بڑا جرم کہتا ہے۔ سو بش جھوٹا ہے۔ صلہ رحمی کا وصف نہایت اعلیٰ ہے۔ اخوت اگرچہ ایک ہمہ گیر قوت ہے مگر صلہ رحمی سے اس کا قریبی تعلق ہے۔ صلہ رحمی گو کہ رشتوں کو جوڑنے کا وصف ہے اور رشتوں کا جوڑنا، بہرحال جذبۂ اخوت کے دائرہ میں آتا ہے۔ غلاموں کے متعلق حکم آیا کہ انہیں ان کی کنیت سے پکارو اور اگر ان کا حسب ونسب انہیں بھی نہ یاد رہا ہو تو پھر وہ تمہارے دینی ''اخوان'' ہیں۔ اسلام ہر ایک کو، ہر ایک کا بھائی بناتا ہے۔ غلام جو ہماری خدمت میں کمربستہ رہتے ہیں انہیں غلامی سے اٹھا کر برابری کی سطح پر لانا اسلام کا کام ہے۔ وہ ہماری برادری ان معنیٰ میں ہیں کہ دین کے رشتے میں وہ ہم سے منسلک ہیں اور ہمارے بھائی ہیں۔

اپنوں سے منہ موڑنا، علائق مہر ومحبت کو توڑنا اور رشتوں کے بندھن کمزور کرنا حد درجہ ردی طرز عمل ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کو جب ان کے بھائیوں نے پہچان لیا اور ان کے سامنے اپنے کئے پر ندامت کا اظہار کیا تو یوسفؑ نبی نے بلاتاخیر ﴿لا تثريب عليكم اليوم﴾ کہہ کر انہیں معاف کر دیا اور اخوت کا ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑ دیا۔ حالانکہ انہوں نے اپنے طور پر یوسفؑ کا قصہ تمام کر دیا ہوا تھا۔ اس حد درجہ معاندانہ سلوک کے باوجود یوسف علیہ السلام نے انہیں معاف کر دیا بلکہ فلسطین سے لاکر مستقل طور پر اپنے پاس آباد کرلیا۔ حالانکہ یہ وہی بھائی تھے جنہوں نے اول انہیں کنویں میں پھینکا، وہاں سے بچے تو بردہ بنا کر بیچا اور برادر فروشی کے بدلے قبض الوصول لکھ دی۔ والحمدللہ رب العالمین